ڈاکٹر محمد سعید
ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر سیدہ مصباح رضوی
ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
راؤ محمد عمر
لیکچرار، گورنمنٹ اسلامیہ پوسٹ گریجویٹ کالج سول لائنز، لاہور

اردو مصنفین کے ناموں کا اندراج: مسائل اور سفارشات

Abstract:

The procedure of name entries and listing of authors in Urdu has always been subject to inaccuracy and non-objectivity. . Even by applying manuals of other languages, these registration problems could not be solved because our naming science is different from theirs. This article has identified some problems related to registration of names and suggested recommendations regarding registration of names so that registration of names in Urdu research can be developed on an objective basis.

Keywords: Urdu Research،Authors،Name entries، Non-objectivity, References, Examples, Recommendations

اردو میں مصنفین کے ناموں کے اندراج کا طریق کار ہمیشہ عدم معروضیت کا شکار رہا ہے۔ صاحبِ علم و قلم کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی طریقے سے اس کی شکایت اکثر کرتے رہتے ہیں۔ اردو کی فہارس کتب، ڈائریکٹریاں اور اشاریے جس قدر بھی موجود ہیں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں مصنفین کے ناموں کے اندراج کو کسی خاص نظام کے تحت درج کیا گیا ہے۔ معروضیت کا تناسب البتہ کسی کے ہاں کم یا زیادہ ہو سکتا ہے۔ ہمارے اکابر اس طرف زیادہ توجہ نہیں دے پائے کیونکہ اس زمانے میں ایسی عدم معروضیت سے مشکلات درپیش نہیں ہوا کرتی تھیں لیکن اب وقت ہے کہ اس طرف توجہ دیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ

مصنفین کی تعداد سینکڑوں اور ہزاروں سے نکل کر لاکھوں تک آ گئی ہے۔ جن کے اندراج کے لیے ایک معروضی نظام کی ضرورت ہے تاکہ تحقیق و تلاش میں آسانیاں فراہم ہو سکیں۔

پچھلی کچھ دہائیوں سے مصنفین کے ناموں کے اندراج کے لیے کچھ اصول وضع کرنے اور انہیں اپنائے جانے کی طرف توجہ کی جا رہی ہے جو خوش آئند ہے۔ اس عملِ صالح اور کارِ نیک کی یوں بھی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے کہ جامعاتی تحقیق کے پھلنے پھولنے سے تحقیق کے کلچر کو فروغ مل رہا ہے۔ اسی نسبت سے مختلف تحقیقی کاموں میں مختلف النوع نسبتی سابقوں اور لاحقوں کے حامل مصنفین کے ناموں کی طویل فہرستیں بنانے کی ضرورت رہتی ہے۔ کسی بھی ذاتی ضرورت کے تحت مصنفین کے ناموں کی فہرستیں تیار کرنا ایک دوسری بات ہے لیکن تحقیق کے کاموں میں حوالہ جات کے اندراج، فہارسِ کتب یا اشاریوں کے لیے مصنفین کے ناموں کا اندراج ایک مختلف کام ہے۔ ایسی فہرست سازی کے لیے زیادہ سے زیادہ معروضیت بنیادی تقاضا ہے۔ جس سے تحقیق و تلاش میں آسانی رہتی ہے لیکن تحقیق میں ایسی آسانی پیدا کرنے کے لیے سب سے پہلے اس سلسلے کے مسائل اور اشکال کو اچھی طرح جان لینا بہت ضروری ہے تاکہ الجھنوں کی ساری نوعیتوں اور ان کے اسباب کا اندازہ ہو سکے۔

مصنفین کے ناموں کو درج کرنے کے سائنٹفک اور معروضی طریق کار کے حوالے سے جس طرح اور جس سطح پر مشرقی زبانوں میں سے عربی اور فارسی میں تحقیقی کام ہوا ہے اس سطح کے کام اردو یا دیگر مشرقی زبانوں میں نہیں ہو سکے اور گنتی کے جو دو ایک کام ہوئے ہیں وہ لائبریری سائنس کے محققین نے اپنی شعبے کی ضرورتوں کے پیشِ نظر کیے ہیں جن سے مسائل کے حل کی صورتیں نہیں نکل سکیں۔ اردو یا پاکستانی مصنفین کے ناموں کی فہرست سازی کے لیے سب سے پہلے اکتوبر 1961ء میں پیرس کے علمی ادارے یونیسکو کے تحت ایک بین الاقوامی کانفرنس "اصولِ کیٹلاگ سازی"[1] کا انعقاد کیا گیا۔ پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن کی سرکردگی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اس کمیٹی نے پاکستانی ناموں کی کیٹلاگ سازی کے لیے جو اصول وضع کیے ان کو پیرس کانفرنس میں منظور کر لیا گیا۔ ڈاکٹر انیس خورشید نے یونیسکو سے منظور شدہ ان سفارشات کی بنیاد پر الگ سے ایک تحقیقی کام انجام دیا جو کتابی صورت میں "Cataloguing of Pakistani names"[2] کے نام سے 1964ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد 1972ء میں بدرالدین خورشید نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا۔ اس کے علاوہ بھی لائبریری سائنس اور اردو میں اصولِ تحقیق کی کچھ کتابوں میں مصنفین کے ناموں کے

اندراج کے لیے تجاویز اور سفارشات پیش کی گئی ہیں لیکن اندراج کے مسائل اسی طرح عدم معروضیت کا شکار ہیں۔ ذیل میں ناموں کے اندراج کے اردو میں رائج بعض طریقوں پر معروضات پیش کیے جاتے ہیں۔

اردو میں ناموں کے اندراج کے لیے اصول کے طور پر نام کو اس کے معروف جزو سے درج کرنے کا رواج رہا ہے اور تخلص کے تحت اندراج نے بھی اس اصول کے رواج میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہمارے بیش تر محققین معروف نام کے اندراج کی حمایت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر پروفیسر نذیر احمد لکھتے ہیں "اگر کسی شخص کی کنیت، اس کے القاب، اس کا تخلص اور مختصر نام سب آیا ہو تو سب کا اندراج ہو گا لیکن اصل اندراج وہ ہو گا جس سے وہ مشہور ہے۔"[۳] گیان چند کی رائے یہ ہے کہ "بعض ناموں کے بارے میں یہ طے کرنا ہو گا کہ کون سا جزو لایا جائے ۔۔۔ قاعدہ ہے کہ مشہور ترین جزو سب سے پہلے ہونا چاہیے۔"[۴] ڈاکٹر محمد باقر خاکوانی شکاگو مینوئل کی طرز پر نام کے اندراج کی تجویز یوں دیتے ہیں "گویا کہ ہر مصنف کا جو نام معروف ہو جائے، پہلے لکھا جائے۔"[۵] لیکن ایک تو اس اصول کی کبھی پابندی ممکن نہیں ہو سکی دوسرا ناموں کے معروف ہونے کا تعین بھی کبھی نہیں ہو سکا کہ کوئی کتنا معروف ہو تو اندراج میں آئے گا یا اگر غیر معروف ہے تو کیا کرنا ہے تیسرا اس طریق کار کے مطابق اندراج میں معروضیت بھی کبھی پیدا نہیں ہو سکی۔ چوتھا یہ کہ پچھلے چند برسوں سے شکاگو مینوئل یا بعض دیگر طریقے بھی اختیار کیے جانے لگے ہیں جس سے مجموعی طور پر معروضیت کے تناسب کو اور ضعف پہنچا ہے۔ گویا اردو میں معروف ناموں سے اندراج کے اصول سے معروضیت کبھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اندراج میں معروضیت کے تناسب کو بلند کرنے کے لیے اس اصول (جس کی مکمل پابندی پہلے بھی کبھی نہیں ہو سکی) کو قربان کرنا پڑے گا۔

اس اصول کو ترک کرنے کی وجوہات کے کچھ دیگر پہلو بھی پیش نظر رہنے چاہیے۔ نقدِ ادب میں عموماً معروف ادیبوں کو ترجیح دی جاتی ہے اور ان کے فکر و فن کی عظمت کی وجہ سے ان کو اپنے ادب کا اصل چہرہ سمجھتے ہوئے تمام ادبی فیصلے انہیں کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں۔ اپنے ادب کی پیشکش، رونمائی اور ترجمانی کی حد تک یہی ہونا بھی چاہیے لیکن ادبی تحقیق میں اس سے آگے بھی قدم بڑھانا پڑتا ہے۔ غیر معروف ادیب آپ کے ادب کا اصل چہرہ نہ سہی تاریخ کے دھارے کا حصہ تو ہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ سب غیر معروف ادیب غیر اہم ہی ہوتے ہیں۔ غیر معروف ادیب کم از کم ادیب شاعر تو ہوتے ہی ہیں یہاں تو ایسے بھی بہت ہیں جو سرے سے ادیب نہ شاعر اور ادب سے لاگ نہ لگاؤ لیکن ان کے نام سے کتابیں موجود ہیں۔ پھر جعل سازوں اور سرقہ بازوں کی ایک قوم ہے اور ان کے نام سے بھی کتابیں چھپتی رہتی ہیں۔ آخر ان سب نے بھی کہیں نہ کہیں تو حوالہ بننا ہوتا ہے۔ غیر معیاری کتب کا بھی ایک بڑا ذخیرہ ہمیشہ موجود رہتا ہے جو اپنے انوکھے عنوانات سے دھوکا دیتی ہیں۔ اس طرح

معروف، غیر معروف، چھوٹے بڑے اور اچھے برے ہر طرح کے ادیبوں کی تعداد لاکھوں میں جائے گی اور آنے والے وقتوں میں اس سے بھی زیادہ ہوتی جائے گی تو آخر ان سب کے ناموں کے اندراج کا کوئی ایک معروضی طریق کار طے کرنے کی ضرورت ہے۔ صرف بولے جانے یا پکارے جانے کی بنیاد پر معروف کا تعین کر کے اندراج نہیں ہو سکتا۔

اردو کے ابتدائی ناول نگار نذیر احمد اپنے نام کے دو سابقوں ڈپٹی اور مولوی کے بغیر شناخت نہیں ہوئے۔ بولے جانے یا لکھے جانے میں ہمیشہ ڈپٹی نذیر احمد یا مولوی نذیر احمد ہی بولا یا لکھا جاتا ہے لیکن کبھی ڈپٹی یا مولوی کے تحت اندراج نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح شاعرِ مشرق اقبال، علامہ اقبال ہی کے نام سے معروف ہیں لیکن اندراج کبھی علامہ سے نہیں کیا جاتا۔ بعض لوگ ابتدا میں اپنے نام کے ساتھ شوق میں کوئی تخلص اختیار کر لیتے ہیں پھر شعر کہیں یا نہیں وہ تخلص یا تخلص نما لفظ ان کے نام کا جزو بن جاتا ہے اور معروف بھی اسی سے ہو جاتے ہیں لیکن بعد میں کسی وجہ سے اسے ترک دیتے ہیں اور صرف اپنے اصل نام سے شناخت پاتے ہیں۔ اس مثال میں اردو اور عربی کے عالم ڈاکٹر مختار الدین احمد کا نام لیا جا سکتا ہے۔ وہ شروع میں آرزو لکھتے تھے سو ان کا اندراج اس سے بھی ہوتا رہا۔ بعد میں انھوں نے اسے ترک کر دیا بلکہ ناپسند کرنے لگے تو ان کی تحریروں پر بھی صرف مختار الدین احمد رہ گیا اور اب ان کی خواہش کے احترام میں ان کے نام کا اندراج بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ اب ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے "مکاتیب آرزو"[۶] کے نام سے ان کے مکاتیب مرتب کر دیے ہیں۔ ان کے غیر مطبوعہ خطوط کی ترتیب و تدوین میرے بھی پیش نظر ہے جس کا نام میں نے "آرزو نامے" طے کیا ہے ہو سکتا ہے ڈاکٹر مختار الدین احمد اب پھر سے آرزو کے نام سے معروف ہوں تو گویا اب ان کا اندراج پھر سے آرزو کے تحت کیا جانے لگے گا۔ نام کے کسی جزو کے معروف ہونے کا ایک بڑا سبب اس کے آسانی اور روانی سے بولے جانے پر منحصر ہے۔ اس طرح اور اس بنیاد پر اصول سازی نہیں ہو سکتی۔ ڈپٹی/مولوی نذیر، مولانا آزاد، علامہ اقبال، مرزا غالب، مرزا شوق اپنے اصل نام کے سابقوں سمیت معروف ہیں لیکن ان سابقوں سے ان کا اندراج نہیں کیا جاتا۔ سرسید، میر امن، میر حسن اور میرزا ادیب کو نہ جانے یہ رعایت کیوں دی گئی ہے کہ ان کا اندراج ان کے نام کے سابقوں سے کیا جاتا ہے۔

ناموں کے اندراج کے لیے معروف اور غیر معروف کے تعین کے پیمانے بھی ہمارے پاس موجود نہیں ہیں۔ کون، کب کتنا معروف رہا اور اس سے کم معروف کون ہے نیز غیر معروف کی حد کہاں سے شروع ہوتی ہے اس کا تعین نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ایک ہزار ناموں کی فہرست معروف سے غیر معروف کی طرف آتے ہوئے مرتب بھی کر لی جائے تو یہ معروضیت کے منافی ہو گا کہ شروع کے سو دو سو ناموں کو ان کے نام کے معروف جزو

کے تحت درج کیا جائے اور باقی آٹھ سو کو کسی دوسرے طریقے سے درج کیا جائے۔ غرض یہ کہ معروف نام سے اندراج کے غیر معروضی اصول کو ترک کر کے ناموں کو ان کی فطری ترتیب سے درج کیا جائے تو اندراج میں معروضیت کے تناسب کو بہت بڑھایا جا سکتا ہے۔ معروف مصنف اردو کے کل مصنفین کی تعداد کا اگر دس سے بیس فیصد ہیں تو اس تناسب میں سے بھی نصف ایسے ضرور ہیں جو اپنی فطری ترتیب سے ہی درج ہوتے ہیں گو اس تناسب کا اطلاق جدید مصنفین پر زیادہ ہوتا ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جن کا اندراج دو مختلف صورتوں میں ہوتا رہتا ہے۔ معروف جزو کے تحت اندراج پانے والے ناموں کو بھی فطری ترتیب سے لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ایسے مشاہیر کو لوگ ان کے اصل نام سے بھی جانتے ہیں اور پھر احتیاط کے پیش نظر "دیکھیے" کے تحت ان کی وضاحت بھی کی جا سکتی ہے۔

تخلص کے تحت اندراج

مصنفین کا معروف نام سے اندراج یا تخلص کے تحت اندراج بنیادی طور پر یہ ایک ہی بحث ہے کیونکہ تخلص کے تحت اندراج بھی تو نام کے اس جزو کے معروف ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے لیکن اردو میں یہ دو الگ اصول سمجھے جاتے ہیں اور جب بھی تخلص والے ناموں کے اندراج کا ذکر ہوتا ہے تو اس اصول کو پیش کیا جاتا ہے کہ تخلص کو اصل نام سے پہلے لکھا جائے۔ محققین کی بڑی تعداد اس اصول پر متفق ہے جیسے ڈاکٹر اقرار حسین شیخ[۷]، عبدالرزاق قریشی[۸]، ڈاکٹر عطش درانی[۹]، ڈاکٹر معین الدین عقیل[۱۰]، ڈاکٹر شفیق انجم[۱۱] اور ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی[۱۲] وغیرہ۔ تخلص کی حمایت میں اصول طے کرنے والے محققین کی آرا میں بھی معروضیت کی کمی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر گیان چند جین کی رائے ملاحظہ ہو:

> "سب سے پہلے مصنف کا نام اور تخلص فطری ترتیب سے یا تخلص دیجیے۔ مثلاً اسد اللہ خان غالب لکھیے یا غالب، مسعود حسن رضوی ادیب لکھیے خواہ محض مسعود حسن رضوی، چونکہ ان کی شہرت بطور شاعر کے نہیں اس لیے ان کا تخلص حذف کیا جا سکتا ہے۔"[۱۳]

ڈاکٹر مسعود جامی نے مصنفین کے ناموں کے اندراج کے حوالے سے جو تجویز دی اگر اس پر عمل ہو جائے تو پیچیدگیوں کا نیا پنڈورا باکس کھل جائے، لکھتے ہیں:

> "اگر کوئی کتاب بے حد مشہور ہو تو حوالے میں صرف کتاب کے نام اور صفحہ نمبر سے ہی کام چل جاتا ہے۔ مصنف کا نام دینے کی ضرورت نہیں لیکن اگر اسی نام کی کتاب دوسرے مصنفوں کی بھی ہو تو پھر حوالے میں تمام تفصیلات درج کرنی ہوں گی۔"[۱۴]

تخلص کے تحت اندراج کے کسی قدر رائج اصول کے بارے میں بھی وہی گزارشات اور سفارشات ہیں جو اس سے پہلے معروف نام سے اندراج کے بارے میں پیش کی جاچکی ہیں۔ تخلص کے تحت اندراج کرنا بھی اتنا سیدھا اصول نہیں ہے اس وجہ سے بھی اندراجات میں الجھن اور عدم معروضیت پیدا ہوتی ہے۔ تخلص کے حوالے سے شعرا کے ناموں کے اندراجات میں الجھنیں موجود ہیں اور یکساں طور پر اس اصول کی پابندی ممکن نہیں ہو پاتی۔ اس کی ایک وجہ تو بعض غیر معروف شعرا کے نام اور تخلص میں تعین نہ ہو سکنا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض شعرا اپنے اصل نام اور اختیار کیے گئے تخلص دونوں کو بطور تخلص باندھتے ہیں جیسے افتخار عارف، لطیف ساحل، اختر شمار۔ تیسرا یہ کہ بعض لوگ شاعر نہیں لیکن شروع سے تخلص یا تخلص نما لفظ ان کے نام کا جزو بن گیا جیسے امتیاز علی تاج، رفاقت علی شاہد۔ جب سے اردو کمپوزنگ کا رواج ہوا ہے ان بیچ میں تخلص کی علامت کو ایک مشکل کام سمجھا گیا کہ اس سے لفظ پچک جاتا ہے (تشدید بھی عموماً اسی وجہ سے نہیں لگائی جاتی) اس وجہ سے اردو کمپوزنگ اب اس سے آزاد ہو چکی ہے۔ اس صورت میں تخلص کا امتیاز اور تعین مشکل ہو رہا ہے۔

اب اس اصول پر بحث کا ایک دوسرا پہلو بھی ملاحظہ کیجیے۔ پچاس فیصد کے قریب شعرا تو ایسے ہیں جن کے اندراج کے لیے ان کے ناموں کو توڑنے کی ویسے ہی ضرورت پیش نہیں آتی۔ شوق نیموی، مجید امجد، میرا جی، منیر نیازی، شہزاد احمد، فہمیدہ ریاض، پروین شاکر، افضال احمد سید، اعتبار ساجد، شاد امرتسری، افتخار عارف، اختر شمار، لطیف ساحل، ادیب سہیل، خورشید رضوی، سہیل احمد خاں، احمد ندیم قاسمی، اصغر ندیم سید ان میں سے کسی جزو کو تخلص کی وجہ سے توڑ کر پہلے لانے کی کبھی ضرورت پیش نہیں آئی نہ اس طرح اندراج کا رواج ہے۔ اگر ایسے ناموں کے ساتھ سابقے موجود بھی ہوں تو ظاہر ہے وہ آخر میں چلے جائیں گے اور باقی نام اپنی فطری ترتیب سے ہی درج ہوتے ہیں چاہے ان کے نام کا پہلا جزو ان کا تخلص ہو یا نہ ہو۔ شعرا کے کچھ فیصد نام ایسے بھی ہیں جو ان کے نام ہی ان کا تخلص ہیں جیسے فیض احمد فیض، امجد اسلام امجد، عابد علی عابد، خواجہ محمد وزیر وزیر، سلیم آفتاب سلیم، جلیل حسن جلیل مانک پوری۔ کلاسیکی شعرا کے ناموں میں سے کچھ فیصد ایسے ہو سکتے ہیں جن کا اندراج عام عادت سے ہٹ جائے گا لیکن وہ بھی بیشتر نام ایسے ہیں جن کے تخلص کے ساتھ اصل نام سے بھی لوگ واقف ہیں۔ غرض یہ کہ تخلص کے تحت اندراج کے اصول کو بھی ترک کر کے اور شعرا کے ناموں کو فطری ترتیب سے درج کیا جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ اندراج میں معروضیت کا تناسب بلند کیا جا سکتا ہے اور اصول در اصول بنانے سے بچ کر ناموں کی فطری ترتیب سے اندراج جیسا ایک سادہ اصول بنایا جا سکتا ہے جو قابلِ عمل بھی ہو گا اور مکمل معروضیت کا حامل بھی ہو گا۔

محمدؐ کی نسبت والے ناموں کا اندراج

جن ناموں کے شروع میں لفظ "محمد" موجود ہوتا ہے ان کے اندراج کے بارے میں بھی دو مختلف آرا ہیں۔ کچھ اس کو نام کا حصہ سمجھتے ہوئے برقرار رکھتے ہیں اور کچھ اس کو سابقوں کی طرح آخر میں لے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ "محمد" کسی نام کے ساتھ اصل نام کے طور پر ہو یا نسبت کے طور پر یہ ایک طرح سے نام کا جزو لاینفک ہوتا ہے کیونکہ علی حسن، عثمان علی یا عمر صدیق جیسے ناموں میں بھی تو نسبتیں ہیں لیکن ان کو توڑنے کا قطعاً رواج نہیں تو پھر محمد علی، محمد حسن، محمد حسین اور محمد عمر جیسے ناموں کو توڑ کر "محمدؐ" کو بعد میں لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس لیے محمد نام کے حوالے سے جس قدر مباحث بھی سامنے آئے ان میں اندراج کے ایک سے زیادہ اصول دیے گئے ہیں جن کا یاد رکھنا اور ان پر عمل کرنا تقریباً ناممکن نظر آتا ہے دوسرا یہ کہ ان اصولوں میں عدم معروضیت کے باعث ان سے اتفاق کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ اس کی کچھ مثالیں اقرار حسین شیخ کی کتاب سے لی گئی ہے، ملاحظہ کیجیے

"دو لفظی ناموں میں اگر محمد نام کا حصہ ہو تو اندراج محمد کی بجائے دوسرے حصے میں ہوگا"۔[۱۵]

- محمد رفیق رفیق، محمد محمد زکریا زکریا، محمد

"تین لفظی نام جن کا پہلا حصہ "محمد" ہو تو اندراج "محمد" کے بعد والے حصہ میں ہوگا"۔[۱۶]

- محمد احمد رضا احمد رضا، محمد محمد شریف خان شریف خان، محمد

"تین لفظی ناموں میں "محمد" نام اگر درمیانی حصہ ہو تو اندراج تب بھی قاعدے کے مطابق "محمد" کے بعد والے حصے میں ہوگا لیکن اگر یہ حصہ مصنف کے خاندانی نام پر مبنی ہے تو اندراج "محمد" سے پہلے والے حصے میں کیا جائے"۔[۱۷]

- چوہدری محمد اشرف اشرف، چوہدری محمد شاہ محمد پیرزادہ پیرزادہ، شاہ محمد

"اگر نام ہی "محمد" ہو اور اس کے باقی حصے قابل اندراج نہ ہوں تو ایسی صورت میں اندراج "محمد" میں ہوگا"۔[۱۸]

- محمد بن سعد محمد بن سعد کرنل محمد خان محمد خان، کرنل مولوی محمد محمد، مولوی

"بعض تین لفظی نام ایسے بھی ہیں جن کے نام کا ایک حصہ "محمد" اور باقی دو حصے خاندانی نام پر مشتمل ہیں۔۔۔۔ اگر کوئی ایسا نام آ جائے تو وہ اسے "محمد" سے فوراً پہلے یا بعد والے حصے میں اندراج کریں"۔[۱۹]

- شاہ محمد پیرزادہ پیرزادہ، شاہ محمد سید محمد بخاری بخاری، سید محمد

اگر اصل نام محمدؐ ہے تو نام کی ترتیب کیا ہو؟ اگر دو لفظی نام میں محمدؐ شروع میں آئے تو کیا کرنا ہے اور اگر بعد میں آئے تو کیا کرنا ہے؟ اسی طرح سہ لفظی نام اور پھر مزید یہ کہ اگر نام میں محمد کے علاوہ خاندانی یا علاقائی نام ہوں تو کیا صورت اختیار کرنی ہے؟ یہ خاندانی نام اگر محمد سے پہلے آئیں تو نام کی ترتیب کیا ہو گی اور اگر بعد میں آئیں تو محقق کس ترتیب سے نام لکھے گا؟ اس نام کے اندراج کو مذہبی حوالے سے ہٹ کر سوچنے کی ضرورت ہے۔ اصل میں لائبریری سائنس کی تجویز پر اس نام کو توڑنے کا کچھ رواج رہا ہے کہ لائبریری میں اس نام کے اندراج کی فہرست بہت طویل ہو جاتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ محض فہرست طویل ہونے کے خوف سے ناموں کی فطری ترتیب کو کیوں توڑا جائے جبکہ الفبائی ترتیب سے اندراج ہو تو ظاہر ہے "محمدؐ" سے بعد والے لفظ کو ہی الفبائی ترتیب سے تلاش کیا جاتا ہے دوسرا یہ کہ اب آگے ہر طرح کی ایسی طویل فہرستیں آن لائن آتی چلی جا رہی ہیں تو اس صورت میں تلاش کا مسئلہ ہی نہیں۔ لہذا ہر طرح کی فہرست سازی، حوالہ جات اور کتابیات میں باقی ناموں کی طرح "محمدؐ" کی نسبت والے ناموں کو بھی فطری ترتیب سے درج کیا جائے

شکاگو مینوئل کے تحت اندراج

اردو مصنفین کے ناموں کے اندراج کا ایک چلن شکاگو مینوئل کی پیروی میں پچھلے چند برسوں سے رواج پا رہا ہے۔ اس طریقے کے مطابق اندراج کی ساری الجھنیں ختم ہو جاتی ہیں اور سو فیصد معروضیت بھی حاصل ہو سکتی ہے لیکن اس کی پیروی کرنے میں اردو اور دیگر مشرقی و پاکستانی ناموں کی شناخت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اس طریقے کے مطابق مشرقی ناموں کی شناخت ہی ختم نہیں ہو گی بلکہ اندراج کے جن مروجہ طریقوں کے ہم عادی اور مانوس ہیں ان سے بھی بہت دور ہٹ جاتے ہیں۔ مثلاً شکاگو مینوئل کے مطابق کسی بھی نام کے سب سے آخری جزو کو سب سے پہلے لایا جاتا ہے اس طرح گویا بیشتر نام تو اپنی اصل سے ہی ہٹ جائیں گے اور ان کی شناخت بھی برقرار نہیں رہے گی۔ بلکہ بالکل ہی الٹ ہو جائیں گے محمد علی، علی محمد ہو جائے اور علی محمد، محمد علی ہو جائے گا۔ اسی طرح احمد علی، علی احمد، حسن علی، علی حسن، مشتاق احمد، احمد مشتاق۔ گویا سب نام الٹ ہو جائیں گے۔

ہمارے ہاں کچھ لوگ صرف نسبتی لاحقوں سے اندراج کی سفارش کرتے ہیں جیسے رضوی، نقوی، فاروقی، صدیقی نام کے آخر میں ہو تو اس کو پہلے لاتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر لاحقوں میں سے کسی کو پہلے لانے کا رواج نہیں۔ شکاگو مینوئل کی پیروی میں دہلوی، لکھنوی، سیالکوٹی، جالندھری، ہی نہیں دیگر ذاتوں کے لاحقوں کو بھی پہلے لانا پڑے گا۔ ہرل، کھرل، چیمہ، چٹھہ، سندھو، سدھو، رانا، بھٹی، خان سب کو پہلے لانا پڑے گا جن کے اندراج

کے ہم عادی نہیں ہیں۔ ذاتیں انسانوں کی شناخت کے لیے تو ہیں اور ہمارے ہاں بھی انہیں اسی مقصد سے اختیار کیا جاتا ہے لیکن علمی ادبی مباحث میں ان سے شناخت بنانے یا پانے کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ خواتین کے ناموں کی شناخت بھی ختم ہو جائے گی کیونکہ زیادہ تر خواتین کے ناموں کا آخری جزوان کے والد یا شوہر کا نام ہوتا ہے۔

شکاگو مینوئل کی پیروی میں اردو میں بعض اوقات بڑی مضحک صورتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک رسالے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے نام کا اندراج اس طرح نظر سے گزرا تو افسوس ہوا، پوری، ڈاکٹر فرمان فتح۔ مستقبل میں ناموں کے اندراج کو کسی سافٹ ویئر کے ذریعے ترتیب دینے کا اہتمام ممکن ہو سکا تو اس طرح کی مضحک صورتوں کو کنٹرول کرنا ممکن نہیں ہو سکے گا کیونکہ کمپوٹر کو تو یہی ہدایت جائے گی کہ نام کے آخری جزو کو پہلے لانا ہے تو فتح پوری، سبزواری، الہ آبادی، اکبر آبادی کا کیسے اندراج ہو گا اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ غرض شکاگو مینوئل کے مطابق اندراج کرنا نہ صرف ہمارے مروجہ طریق کار کے بھی خلاف ہے بلکہ مشرقی ناموں کی شناخت بھی ختم کرنے کے مترادف ہے اور اندراجات میں مضحک صورتیں پیدا ہو جانے کے امکانات بھی موجود ہیں۔

سفارشات

اگر ہم پاکستانی اور مشرقی ناموں کو فطری ترتیب سے درج کرنے کی طرف آ سکیں اور اس طریق کار کو اختیار کرنے کا عزم کر سکیں تو صرف یہ ایک اصول ہمارے ناموں کا تشخص بھی برقرار رکھے گا اور اندراجات میں زیادہ سے زیادہ معروضیت بھی پیدا کر سکے گا۔ یہ اس لیے ممکن ہے کہ اردو مصنفین کے ناموں کو اگر دیکھیں تو انیسویں صدی اور اس سے پہلے اور پھر بیسویں صدی اور اس کے بعد رکھے جانے والے یا اختیار کیے جانے والے ناموں میں ایک واضح فرق محسوس کیا جا سکتا ہے۔ پہلے کی نسبت اب طویل نسبتی سابقوں لاحقوں کو اختیار کرنے کا رجحان کم ہوتا جا رہا ہے۔ لوگ ان تکلفات سے آزاد ہوتے جا رہے ہیں اور طویل کی بجائے مختصر نام رکھنے یا اختیار کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ اس طرح ناموں کو فطری ترتیب سے درج کرنے کا اصول زیادہ سے زیادہ قابل عمل ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ جس سے مشرقی ناموں کی شناخت کو برقرار رکھتے ہوئے اندراج میں معروضیت کا تناسب بہت بلند کیا جا سکتا ہے۔

گویا ناموں کے ہر طرح کے نسبتی سابقے آخر میں چلے جائیں اور اصل نام، تخلص اور دیگر لاحقوں سمیت اپنی فطری ترتیب سے درج ہو تو اس طریق کار کے مطابق 1۔ ناموں کے اندراج میں مکمل معروضیت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ 2۔ مشرقی ناموں کی شناخت بھی برقرار رہ سکتی ہے 3۔ اندراج کے کسی قدر رائج جس طریقے کے ہم عادی ہیں اس کے بھی بہت قریب رہ سکتے ہیں۔ لیکن اس طرح معروف ناموں میں سے صرف چند فیصد

معمول کے اندراج سے ہٹ جائیں گے مگر ان کی شناخت بھی برقرار رہے گی اور ان کے اندراج یا تلاش کے عادی ہونے میں بھی دیر نہیں لگے گی۔ ناموں کے اندراج میں فطری ترتیب کے اصول کو اپناتے ہوئے درج ذیل چند باتوں کو ضرور پیشِ نظر رہنا چاہیے۔

1. کسی تصنیف/تالیف پر مصنف/مرتب کا جو نام درج ہے اور اس نام کے مختلف اجزا کا جو املا ہے اس کو اندراج کے طے کردہ طریقے کے مطابق حوالے یا فہرستوں میں درج کرتے ہوئے حذف واضافے کے عمل سے نہ گزارا جائے۔ یعنی نہ تو نام کے کسی جزو کو غیر ضروری سمجھ کے حذف کیا جائے اور نہ اس نام کو نامکمل سمجھتے ہوئے مکمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر کسی کتاب پر مولانا الطاف حسین حالی لکھا ہے تو حوالے میں اندراج کرتے ہوئے اس کو صرف الطاف حسین حالی نہ لکھ دیا جائے یا اگر کسی کتاب پر صرف الطاف حسین حالی لکھا ہے تو حوالے میں اپنی طرف سے "مولانا" کا اضافہ نہ کیا جائے۔
2. کوئی نام اگر اپنے اصل اور مکمل اجزا کی بجائے کسی ایک جزو پر مشتمل نہایت مختصر صورت میں ہے تو اس کو حوالے میں درج کرنے سے پہلے یا بعد میں قوسین میں نام کے باقی اجزا کا اضافہ کر دیا جائے۔ مثلاً باری علیگ کی کتاب " کمپنی کی حکومت " کے ایک ایڈیشن پر مصنف کے طور پر " باری علیگ " لکھا ہے اور ایک دوسرے ایڈیشن پر صرف " باری " لکھا۔ موخر الذکر کو حوالے میں یوں درج کرنا چاہیے " باری (علیگ)، کمپنی کی حکومت۔ وعلی ھذا۔
3. ناموں کو وضع کردہ طریق کار/اصول کے مطابق درج کرتے ہوئے چونکہ ہر طرح کے سابقوں کو اصل نام اور اس کے لاحقوں کے بعد سکتہ کی علامت لگا کر درج کرنا ہے لہذا اندراج میں علامت سکتہ صرف ایک ہی جگہ آئے گی یعنی (درست: معین الرحمن، ڈاکٹر سید، غلط: معین الرحمن، سید، ڈاکٹر)۔ مرکب ناموں کو سوائے سابقوں کے نہ توڑا جائے۔ (عبداللہ ، ڈاکٹر سید۔ معین الرحمن، ڈاکٹر سید)۔

ناموں کا فطری ترتیب سے اندراج

معروف ناموں کو ان کے نام کے کسی معروف جزو (تخلص وغیرہ) سے درج کرنے کی بجائے اصل نام کو فطری ترتیب سے درج کیا جائے اور سابقے اگر ہیں تو بعد میں لے جائیں نیز تخلص سمیت کسی لاحقے کو پہلے نہ لایا جائے۔

مخفف ناموں کا اندراج

مخفف ناموں کی ہمارے ہاں جتنی صورتیں ہیں ان کو اسی فطری ترتیب سے درج کیا جائے جس طرح وہ کتاب پر درج ہیں۔ انگریزی کی طرح ہمارے ہاں بھی رواج ہے کہ مخفف ناموں کے آخری مکمل جزو کو شروع میں لایا جاتا ہے لیکن ہمارے ہاں مکمل ناموں کی طرح مخفف ناموں میں بھی الجھانے والی ایسی صورتیں ہیں کہ انگریزی قاعدے کی پیروی نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً

1. وہ مخفف نام جن کے آخر میں نام کا کوئی مکمل جزو موجود ہے مثلاًاے—حمید، ن-م-راشد وغیرہ۔
2. وہ مخفف نام جن کے آخر میں نام کے کسی مکمل جزو کی بجائے نسبتی لاحقے موجود ہوتے ہیں۔ مثلاً جی-ایم سید، ظ-انصاری، ش-مظفر پوری۔
3. مخفف ناموں میں ایسا بھی ہے کہ نام کا پہلا جزو مکمل ہے اور باقی دو یا تین اجزا کے مخفف حروف ہیں۔
4. وہ مخفف نام جو کسی نام کے تمام اجزا کی تخفیف ہی ہوتے ہیں ان میں کوئی بھی جزو مکمل نام یا تخلص کی صورت میں موجود نہیں ہوتا۔ مثلاً ز-خ-ش، ح-ب، س-ب-ب، و-ج، و-ع-خ، ی-ق، ای-ڈی—ایس وغیرہ۔
5. ان مخفف ناموں کی کچھ مثالیں اور مروجہ صورتیں یہاں درج کی جارہی ہیں:

   اے-حمید، ن-م-راشد، ن-م-دانش، اے-بی-اشرف، اے-ایل-شیخ، کے-ایم-عارف، ایم-ڈی-تاثیر، بی-اے-خان، ایم-اسلم، اے-ڈی-نسیم، الف-د-نسیم، ش-اختر (شین اختر)، س-ب-ب (سیدہ بشریٰ بیگم پشتو شاعرہ)، ع-س-مسلم ابو الامتیاز، اے-آر-اعوان، ح-ب (حمیدہ بانو)، ایس-ایم حیات، ساہنی-ج-ر، و-ج (اوراق مارچ ۲۰۰۳)، اے-ڈی-راہی، ظ-انصاری، و-ع-خ (ادب لطیف افسانہ مارچ ۱۹۳۶)، اے-جی-جوش، بی-ایچ-بخاری، اختر-ایم-وائی (ادب لطیف افسانہ)، اے-آر-خاتون، ب-چ-نقوی، ز-خ-ش (زاہدہ خاتون شروانیہ)، ایس-اے-رحمن، م-ق-خان، ح-ب-مخفی، م-ب-خالد، م-م-راجندر، ن-خاتون، کے-کے-
   عزیز، اے-ایچ-کاردار، ش-صغیر ادیب، ایس-ایچ (سجاد حیدر) شمسی، شین-کاف-نظام، جی ایم اسلم اویسی، ایس-ایم-شاہ (ادب لطیف)، اے-خیام، ش-ضحیٰ، محمد عظیم، پی بی-ایس، جی-ایم-سید، ش-ع-عباسی، آر-این-مدہوگ، اے-یو-خان، عین سلام، ح-ش-رفعت بیگم، ڈی-ایم-قریشی، ف-س-اعجاز، ٹی-این-جگدیش، اے-ایچ-ملّا، کے-ایم-عارف، حشمت-اے-

حسن،ایم-جمال علوی،صوفی اے-کیو-نیازی(ادب لطیف نومبر د سمبر ۱۹۶۹)،سکینہ-کے-پی(ادب لطیف ستمبر ۱۹۶۵)

ہمارے ہاں انگریزی کی پیروی میں مخفف ناموں کے اندراج کا جو اصول بنایا گیا ہے وہ مذکورہ بالا صورتوں میں سے صرف پہلی صورت کے پیش نظر بنایا گیا ہے۔اسی کے تحت اگر مذکورہ دوسری صورت کا اندراج کریں تو گویا نسبتی لاحقوں کو پہلے لانا پڑے گا جو اس اصول سے متصادم ہو گا کہ سابقے یا لاحقے شروع میں نہ لائے جائیں۔ تیسری صورت بالکل مختلف ہے کہ جب نام کے سارے اجزا کے مخفف حرف موجود ہیں تو ان میں سے آخر والے کو پہلے کیسے لایا جا سکتا ہے اور اس سے کیا فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لہذا ایسی الجھنوں سے بچنے کے لیے ہمیں یہی اصول اپنانا پڑے گا کہ سارے مخفف ناموں کو من و عن فطری ترتیب سے لکھا جائے۔ معروضیت اور آسانی اسی میں ہے۔

کنیت والے ناموں کا اندراج

کسی کنیت سے آغاز ہونے والے ناموں کو ان کی فطری ترتیب سے رکھا جائے۔ان کے کسی حصے کو توڑنے کی ضرورت نہیں۔اگر کسی کنیت سے پہلے اصل نام کا کوئی جزو ہے تو وہ اسی طرح اپنی فطری ترتیب سے درج ہو گا مثلاً محمد بن سعد، محمد بن قاسم، محمد ابو بکر، عمر بن سعد،ابن انشا، فضا ابن فیضی،ابو الفضل صدیقی،ابن خلدون،ابن منیب ،ابو الحسنات حقی،ابن صفی،ابن کنول،ابن فرید،ابو مسلم،ابو محمد سحر،ابو الخیر کشفی،ابو الکلام آزاد،ابو بکر عباد،ابو اللیث صدیقی،ابو الکلام قاسمی،ڈاکٹر

خواتین کے ناموں کا اندراج

خواتین مصنفین کے ناموں کے اندراج میں بھی وہی اصول اپنائے جائیں گے جو دیگر ناموں کے لیے طے کیے گئے ہیں البتہ جن خواتین نے بطور مصنف اپنے نام کے بجائے اپنے شوہر کا نام اختیار کیا اور شروع میں بیگم یا مسز کا اضافہ کیا ان کے نام کا اندراج ان کے شوہر کے نام سے کیا جائے اور بیگم یا مسز کے سابقے کو شوہر کے نام کے بعد رکھا جائے۔اسی طرح اگر کوئی خاتون اپنے اصل نام سے پہلے بھی بیگم کا سابقہ اختیار کرتی ہے تو دیگر سابقوں کی طرح یہاں بھی اصل نام کے بعد بیگم کے سابقے کو درج کیا جائے۔ مثلاً عبد القادر، مسز سر۔خدیجہ ، بیگم۔ثاقبہ رحیم الدین۔ بیگم،اکرام اللہ، بیگم۔سلطانہ ذاکر ادا، بیگم

انگریزی کتب کے مصنفین کے ناموں کا اندراج

انگریزی یا دیگر یورپی و مشرق وسطی کے مصنفین کے انگریزی کتب یا بنیادی ماخذات کے حوالے دینے ہوں تو ان مصنفین کے ناموں کا اندراج شکاگو مینوئل کے تحت ہی کیا جائے۔ جبکہ ان کی اردو میں ترجمہ شدہ کتب کے حوالے کے لیے ناموں کا اندراج فطری اور کتاب پر درج ترتیب سے ہی کیا جائے، مثلاً تھامس پین، فرانز کافکا، ہنری شارپ، حوزے ساراماگو، ایڈگر ایلن پو، بورس پولیوائے، سلاکائے سوبوئی، اور حان پاموک، لیو ٹالسٹائی، البرٹ کامیو وغیرہ۔

بعض پیچیدہ ناموں کا اندراج

اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں کے مصنفین کے ناموں کے سابقے اور لاحقے بہت زیادہ رنگا رنگی کے حامل ہیں جس سے ناموں کے اندراج کے مسائل بڑھ جاتے ہیں اور کوئی ایک معروضی طریق کار طے کرنا مشکل ہو جاتا ہے مثلاً خاندانی نام ہی کو لے لیجیے تو کبھی وہ سابقے کے طور پر آرہا ہوتا ہے اور کبھی لاحقے کے طور پر مثلاً سید عبداللہ، سید معین الرحمٰن، سید طارق حسین زیدی، مظفر علی سید، جابر علی سید، اصغر ندیم سید اور سرفراز سید اسی طرح رانا ،چودھری، خان، ملک وغیرہ بھی بعض ناموں میں سابقے اور بعض میں لاحقے کے طور پر آتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر انیس خورشید لکھتے ہیں

> ''پاکستانی ناموں کی طرزِ ترتیب یکساں نہیں ہے۔ وہ کبھی پہلے حصے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، اور کبھی دوسرے اور کبھی تیسرے، اور کبھی آخری حصے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں''[۱۹]

اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں کے ناموں کے اندراج کے لیے اب تک جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان کے مطابق تقریباً نوے فیصد ناموں کے اندراج کے قواعد وضع کرنے اور ان کے مطابق درج کرنے کے طریق کار کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ تقریباً دس فیصد نام ایسے رہ جاتے ہیں جن کو وضع کردہ کسی اصول کے تحت نہیں رکھا جا سکتا مثلاً ہمارے وضع کردہ اصولوں کے مطابق کسی نام کا اندراج کسی نسبتی سابقے یا لاحقے سے نہیں کیا جا سکتا جبکہ اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں میں کچھ نام ایسے مل جاتے ہیں جو بطور اصل نام ہمارے ہاں کے سابقوں یا لاحقوں ہی پر مشتمل ہوتے ہیں جیسے:

نواب دہلوی (شعری مجموعہ: بکھری کرنیں، 1980ء)، نواب غازی آف گوردھا (شعری مجموعہ: نوائے نیم شب) ریختہ کی ویب سائٹ پر یہ دونوں مجموعے موجود ہیں۔ ان شعرا کے یہ اصل نام ہیں یا قلمی نام دونوں صورتوں میں یہ دو لفظی نام سابقے اور لاحقے پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح مسٹر دہلوی (مزاح نگار مشتاق احمد چاندن)، میر زیدی (خیبر پختونخواہ کے اردو شاعر "بہار فطرت" کے نام سے 1981ء میں ان کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے)،

حکیم شاہ بخاری (پشتو شاعر)، امام دین گجراتی (پنجابی شاعر)، سید مولوی امام شاہ بخاری (پنجابی شاعر، 1904 میں " مجموعہ کافیات شائع ہوا)، حضرت شاہ (ماہنامہ ادب لطیف لاہور میں ان کا کلام شائع ہوا)، قاضی انصاری (ماہنامہ ادب لطیف لاہور میں ان کا کلام شائع ہوا)۔

" شاہ" جو عموماً بعض ناموں کے لاحقے میں آئے تو اس شخص کے سادات کے خاندان سے ہونے کی طرف نسبت ہے اور اگر کسی نام کے سابقے کے طور پر شامل ہو تو سادات کے علاوہ خصوصیت سے اس شخص کے عمائدین سلطنت میں سے ہونے کا اشارہ ہے۔ لیکن ہمارے ہاں " شاہ" کو بطور اصل نام بھی رکھ لیا جاتا ہے۔ جیسے: شاہ محمد، شاہ بخاری، ڈاکٹر شاہ حسن عثمانی، شاہ بانو وغیرہ۔ اسی طرح معروف اردو محقق ڈاکٹر سیدہ جعفر کا اصل نام " سیدہ" ہے اور جعفر ان کے والد کا نام ہے۔ پرویز شکوہ نے " ڈاکٹر سیدہ جعفر (فن اور شخصیت کا مطالعہ)" مرتب کی جو لکھنو سے 2013ء میں شائع ہوئی اس کتاب کے مطابق ان کا نام " سیدہ جعفر بنت سید جعفر علی" ہے۔ اسی کتاب میں مرزا احساس بیگ کا مضمون " سیدہ آپا" کے نام سے ہے۔ گویا ان کا اصل نام " سیدہ" ہے۔ پنجاب میں ایک نام " سید (بروزن " صید") بھی رکھا جاتا ہے۔ جس پر سیّد کا اشتباہ اور التباس ہوتا ہے جب کہ یہ بغیر تشدید کے ہے اور اصل نام کے طور پر رکھا جاتا ہے۔ ہمارے شعبہ اردو میں پروفیسر سید محمد کچھ عرصہ ہمارے رفیق کار رہے ہیں۔ " ادب لطیف" میں ایک نام مرزا سید الظفر چغتائی نظر سے گزرا۔ رائے احمد خاں کھرل شہید کے بارے میں پچھلے برس ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کے مصنف کا نام ڈاکٹر سیّد سید علی ہے۔ یہ خانقاہ شیخوشریف کے سابق گدی نشین سیّد سید علی ثانی گیلانی ہیں جو اردو کے اچھے شاعر بھی تھے اور ایک کتاب " جنگ آزادی 1857ء اور قیام پاکستان میں خانقاہ شیخوشریف کا کردار" بھی تصنیف کی۔

خان جو عموماً ایک ذات کے نسبتی لاحقے کے طور پر آتا ہے۔ اسے بھی بعض اوقات اصل نام کے طور پر رکھ لیا جاتا ہے جیسے خان احمد حسین خاں، خان محمد چاولہ، پروفیسر خان رشید، خان محمد نیاز، خان محمد اشرف وغیرہ۔

ڈاکٹر بی محمد داؤد محسن کرناٹک میں اردو کے ایک استاد اور درجن سے زیادہ کتب کے مصنف یا مرتب ہیں۔ پروفیسر یس یم عقیل ان کے ایک شاگرد رشید نے ان کی ریٹائرمنٹ پر ان کے بارے میں ایک کتاب مرتب کی " پروفیسر یس یم عقیل: فرد اور فنکار" کے نام سے 2015ء میں شائع ہوئی۔ ریختہ کی ویب سائٹ پر یہ کتاب دیکھی تو نام پڑھ کر چکرا گیا۔ کچھ دیر کی ذہنی مشق کے بعد ہار مان کے سوچا کہ اردو سرورق میں پروف کی غلطی رہ گئی ہے۔ آخر میں دیکھتے ہیں شاید انگریزی میں سرورق ہو وہ دیکھا تو لکھا تھا " S.M Aqeel" اطمینان کا سانس لیا اور سوچا کہ یقیناً سید محمد عقیل نام ہوگا۔ مزید اطمینان کے لیے پھر شروع سے کتاب کی ورق گردانی کی تو پتا چلا اصل

نام پروفیسر سید شاہ مدار عقیل ہے۔ ریختہ پر ان کی اپنی کوئی کتاب نہیں ملی۔ اس نام کا اندراج تو خیر مخفف ناموں کے حصے میں آئے گا اور یس—یم- عقیل ہی درج ہو گا۔ غرض نام رکھنے میں ہمارے خطے میں بڑی خلاقی نظر آتی ہے۔ ندرت کے علاوہ شہرت اور محبت و عقیدت کی وجہ سے بھی منفرد نام رکھے جاتے ہیں۔ ہماری رفیق کار ڈاکٹر سیدہ مصباح رضوی نے بتایا ہے کہ ان کے ایک عزیز نے اپنے بیٹے کا نام "یا علی مدد" رکھا ہے اور یہی نادرا میں رجسٹر کروایا ہے۔ امداد علی تو سنا تھا" یا علی مدد" اصل نام پہلی بار سنا۔ کل کو یہ صاحب مصنف بن گئے تو ان کے نام کا اندراج بغیر توڑے اسی طرح کرنا پڑے گا۔

ایسے سارے ناموں کے اندراج کے لیے اسکالر کی ذمہ داری ہے کہ اصل نام کا تعین کرنے کی کوشش کرے وہ کوئی سابقہ یا لاحقہ ہی کیوں نہ ہو اور باقی سابقے اگر ہوں تو ان کو بعد میں لے جائے یا ایسے ناموں کے اندراج کے لیے جو بھی طریق کار اپنائے اس کی وضاحت کر دے۔ کسی مقالے کی کتابیات یا حوالہ جات میں شاید اس طرح کا ایک آدھ نام ہی آئے لیکن دیگر فہارس یا اشاریوں میں اس طرح کے زیادہ نام آ سکتے ہیں جن کے اندراج کے طریق کار کی الگ سے وضاحت کی ضرورت ہو گی۔

حوالہ جات

1. انیس خورشید، ڈاکٹر، پاکستانی ناموں کی کیٹلاگ سازی، مترجم؛ بدالدین خورشید، کراچی: رائل بک کمپنی، ۱۹۷۲، ص ج
2. Anis Kurshid, Dr., Cataloging of Pakistani names, Karachi, university of Karachi, 1964
3. نذیر احمد، پروفیسر، تصحیح و تحقیق متن، کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۰، ص ۹۰
4. گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، طبع سوم ۲۰۰۳، ص ۳۳۳
5. باقر خان خاکوانی، پروفیسر ڈاکٹر، اسلامی اصول تحقیق، لاہور: ادبیات، طبع دوم، مئی ۲۰۱۵، ص ۳۴
6. ارشد محمود ناشاد، تہذیب و تحشیہ؛ ڈاکٹر، مکاتیبِ آرزو بہ نام ڈاکٹر رفیع الدین ھاشمی، راول پنڈی: الفتح پبلی کیشنز، 2014
7. اقرار حسین شیخ، پاکستانی مصنفین کے ناموں کی کیٹلاگ سازی، اسلام آباد: دی بکس، ۲۰۰۳، ص ۱۳۸
8. عبدالرزاق قریشی، مبادیات تحقیق، لاہور: خان بک کمپنی، سن ندارد، ص ۶۷

9. عطش درانی، ڈاکٹر، لسانی و ادبی تحقیق و تدوین کے اصول، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع اول، مئی ۲۰۱۶، ص ۳۳۷
10. معین الدین عقیل، ڈاکٹر، جدید رسمیات تحقیق، لاہور: القمر انٹر پرائزز، طبع اول، فروری ۲۰۱۹، ص ۲۶
11. شفیق انجم، ڈاکٹر، اردو رسمیات مقالہ نگاری، اسلام آباد: شعبہ اردو زبان و ادب نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ۲۰۱۱، ص ۲۵
12. عبدالحمید خان عباسی، ڈاکٹر، اصول تحقیق، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۲، ص ۵۱
13. گیان چند ڈاکٹر، تحقیق کا فن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، طبع سوم، ۲۰۰۳، ص ۳۱۰
14. مسعود جامی، ڈاکٹر، رموزِ تحقیق، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، طبع اول، ۲۰۱۰، ص ۹۸_۹۹
15. اقرار حسین شیخ، پاکستانی مصنفین کے ناموں کی کیٹلاگ سازی، اسلام آباد: دی بکس، ۲۰۰۳، ص 16
16. ایضاً، ص ۱۰۶
17. ایضاً، ص ۱۰۶
18. ایضاً، ص ۱۰۷
19. ایضاً، ص ۱۰۷
20. انیس خورشید، ڈاکٹر، پاکستانی ناموں کی کیٹلاگ سازی، مترجم؛ بدالدین خورشید، کراچی: رائل بک کمپنی، ۱۹۷۲، ص ۲۳۰